از عدالت الاعظمیٰ

ڈاکٹر جتیش چندرا گھوش

بنام

ہری سدھان مکھرجی ودیگران

(بی۔پی۔سنہا، چیف جسٹس، ایس۔کے۔داس، اے۔کے۔سرکار، این۔راجا گوپالا آیانگر، اور جے۔آر۔مدھولکر، جسٹسز)

ریاستی مقنّنہ ۔ ممبر، اختیارات اور مراعات ۔ اسپیکر کے ذریعہ مسترد کردہ سوالات کی اشاعت ۔ ہتک عزت کے لیے قانونی چارہ جوئی ۔ آئین ہند، آرٹیکل 194 ۔ تعزیرات ہند، 1860 (XLV آف 1860) دفعات 500,499 ۔

اپیل کنندہ، جو مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کے منتخب رکن تھے، نے اسمبلی میں کچھ سوالات کرنے کے اپنے ارادے کا نوٹس دیا اور ان سوالات کی اسپیکر کی طرف سے اجازت نہ دیے جانے پر انہیں اپنے حلقے، جنامت آف گھٹال نامی جریدے میں شائع کیا۔ پہلا مدعا علیہ جو اس وقت گھٹال کا سب ڈویژنل مجسٹریٹ تھا اور جس کا طرز عمل ان میں سے کچھ سوالات کا موضوع تھا، نے اپیل کنندہ اور دو دیگر، جنامت کے ایڈیٹر اور پرنٹر اور پبلشر کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ 500 اور 501 کے تحت شکایت درج کرائی۔ اپیل کنندہ نے آئین کے آرٹیکل 194 کے تحت مجرمانہ مقدمے کی سماعت کے لیے رکاوٹ کے طور پر استحقاق اور استثنٰی کی استدعا کی۔ ٹرائل مجسٹریٹ کے ساتھ ساتھ ہائی کورٹ نے بھی اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ خصوصی اجازت کی اپیل پر، ان کی جانب سے یہ دعوی کیا گیا کہ انہیں آئین کے آرٹیکل 194 کے تحت غیر منظور شدہ سوالات

شائع کرنے کا مکمل استحقاق حاصل ہے اور اس لیے ان پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔
مانا گیا کہ آئین کے آرٹیکل 194 کے تحت استثنی کا دعوی منفی ہونا چاہیے۔

آرٹیکل 194 کی شق (1) کا کوئی اطلاق نہیں تھا کیونکہ معاملہ واضح طور پر اس شق کے دائرہ کار سے باہر تھا۔

اس آرٹیکل کی شق (2) بھی لاگو نہیں تھی کیونکہ یہ اپیل کنندہ کا معاملہ نہیں تھا کہ اشاعت قانون ساز اسمبلی کے اختیار میں تھی اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ اس شق میں کچھ بھی کہا گیا ہے یا کوئی ووٹ دیا گیا ہے۔

اسمبلی کے کسی رکن کی طرف سے غیر منظور شدہ سوال کی اشاعت ہاؤس آف کامنز کے کسی رکن کو حاصل اختیارات، مراعات اور استثناء کے تحت نہیں آتی ہے اور اس کے نتیجے میں آرٹیکل 194 کی شق (3) بھی اپیل گزار کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوسکتی۔ ہاؤس آف کامنز کے رکن کو جو استثنی حاصل ہے وہ واضح طور پر پارلیمنٹ میں کی جانے والی تقاریر تک محدود ہے اور اس کی توسیع باہر ہونے والی بحث کی اشاعت تک نہیں ہے۔ اگر وہ ایوان میں کی گئی اپنی تقریر کو ایوان کی باقی کارروائیوں سے الگ شائع کرتا ہے، تو وہ ہتک عزت کا ذمہ دار ہے، اگر یہ ہتک آمیز ہے۔

ابنگڈنز کا مقدمہ، ایسپناسی کی رپورٹیں، نسی پریوس 228 ,1793-1810، اور کریوی کا مقدمہ، 1 مول اور سیلوین کی رپورٹیں، کنگز بینچ 273 ,1813-1817 کا حوالہ دیا گیا ہے

ہاؤس آف کامنز میں کارروائی کے اقتباسات کی اشاعت سے منسلک کوئی مطلق استحقاق نہیں ہے اور ایک رکن، جسے ایوان میں ہی اپنی تقریر کے سلسلے میں مطلق استحقاق حاصل ہے، اس کے سلسلے میں صرف ایک اہل استحقاق کا دعوی کرسکتا ہے اگر وہ اسے عوامی پریس میں شائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔

کیور: کیا پارلیمانی کارروائی کی اشاعت، جو ایوان کی طرف سے مجاز نہیں ہے، اسی بنیاد پر ہے جس پر عدالت میں کارروائی کی اشاعت ہوتی ہے۔

ویسن بمقابلہ والٹر، (69-1868) ایل۔آر 4 کیو۔بی 73، حوالہ دیا گیا۔

ایم۔ایس۔ایم۔شرما بمقابلہ سری کرشن سنہا، (1959) ضمیمہ 1 ایس سی آر 806، ممتاز۔

ڈاکٹر سریش چندر بنرجی بمقابلہ پنیت گوالا، (1951) 55 سی ڈبلیو این، 745 کا حوالہ دیا گیا۔

فوجداری اپیل کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 65 آف 1958۔

1955 کے فوجداری ترمیم نمبر 1584 میں کلکتہ ہائی کورٹ کے 11 اپریل 1956 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے این سی چٹر جی، ارون کمار دتہ اور ڈی این مکھر جی۔

جواب دہندگان کے لیے کے بی باگچی اور ایس این مکھر جی۔

16 جنوری 1961۔عدالت کا فیصلہ بذریعہ سنایا گیا۔

جسٹس سنہا_ خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل کلکتہ میں ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر کے 11 اپریل 1956 کے فیصلے اور حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں اپیل کنندہ کے بنگال قانون ساز اسمبلی کے رکن کی حیثیت سے مطلق استحقاق کے دعوے کو مسترد کر دیا گیا تھا اور اس کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ 500 کے تحت مقدمہ چلانے کی اجازت دی گئی تھی۔

اس کیس کے حقائق شک یا تنازعہ میں نہیں ہیں اور جلد ہی مندرجہ ذیل بیان کیے جاسکتے ہیں۔اپیل کنندہ ہندوستان کا شہری اور مغربی بنگال قانون ساز اسمبلی کا منتخب رکن ہے۔وہ مغربی بنگال کے مڈناپور ضلع کے گھاٹال میں میڈیکل پریکٹیشنر بھی ہیں۔جنوری 1954 میں، اپیل کنندہ نے اسمبلی میں کچھ سوالات پوچھنے کے اپنے ارادے کا نوٹس دیا۔ان سوالات کو اسمبلی کے کاروبار کے انعقاد کے طریقہ کار کے قواعد کے مطابق اجازت نہیں دی گئی تھی۔فروری 1954 میں، اپیل کنندہ کو مطلع کیا گیا کہ اس کے تجویز کردہ سوالات کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔اپیل کنندہ نے 28 فروری 1955 کے شمارے میں جن سوالات کی اجازت نہیں دی گئی تھی، انہیں جنمت نامی ایک مقامی جریدے میں شائع کیا۔جولائی 1955 میں، پہلا مدعا علیہ، جس کا طرز عمل سوالات کا موضوع بنا اور جو اس وقت سب ڈویژنل مجسٹریٹ کے طور پر کام کر رہا تھا، نے اپیل کنندہ اور دو دیگر، ایڈیٹر، اور پرنٹر اور پبلشر کے خلاف بالترتیب شکایت درج کرائی۔شکایت کی درخواست میں الزام لگایا گیا ہے کہ اپیل کنندہ نے اپنے خلاف توہین آمیز الزامات لگائے اور شائع کیے تھے جن کا ارادہ تھا کہ وہ عوام کے اراکین کے ذریعے پڑھے جائیں، کہ وہ الزامات جھوٹے اور بے بنیاد تھے اور انہیں نقصان پہنچانے کے قطعی ارادے سے یا علم کے ساتھ یا اس بات پر یقین کرنے کی وجہ سے بنایا گیا تھا کہ وہ شکایت کنندہ کی ساکھ کو نقصان پہنچائیں گے اور شکایت کنندہ اپنے دماغ اور ساکھ کو بہت تکلیف پہنچا رہا تھا۔انہوں نے یہ بھی الزام لگایا کہ ایک سرکاری ملازم ہونے کے ناطے، شکایت کنندہ کو ایک سرکاری ملازم کے طور پر اپنے کردار کی توثیق کے لیے قانونی کارروائی شروع کرنے کے لیے حکومت سے ضروری اجازت حاصل کرنی پڑتی تھی اور یہی شکایت کی درخواست دائر کرنے میں تاخیر کا سبب بنتی ہے۔شکایت کی درخواست میں اپیل کنندہ پر تعزیرات ہند کی دفعہ 500 کے تحت اور دوسرے اور تیسرے ملزم، جن کا اس عدالت میں مدعا علیہان 2 اور 3 کے طور پر حوالہ دیا گیا ہے، پر تعزیرات ہند کی دفعہ 501 کے تحت جرم کا الزام عائد کیا گیا۔کئی بار ملتوی ہونے کے بعد، درخواست گزار نے مجرمانہ استغاثہ پر ابتدائی اعتراض کے ذریعے، آئین کی دفعات کے تحت اس کے مکمل استحقاق اور استغاثہ سے استثنیٰ کا سوال اٹھایا۔دانشور مجسٹریٹ نے 11 اکتوبر 1955 کے اپنے حکم کے ذریعے اعتراض کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ملزم کی طرف سے دعویٰ کیا گیا استحقاق نااہل نہیں تھا۔انہوں نے اپنے اس نتیجے کی حمایت میں ڈاکٹر سریش چندر بنرجی بمقابلہ پنیت گوالا کے معاملے میں کلکتہ ہائی کورٹ کے ایک فیصلے پر بھروسہ کیا کہ ان سے پہلے پہلا ملزم، جواب اپیل کنندہ ہے، اس کی طرف سے دعویٰ کردہ استحقاق اور استثنیٰ کا حقدار نہیں تھا۔اس کے بعد، اپیل کنندہ نے آئین کے آرٹیکل 228 کے تحت ہائی کورٹ کا رخ کیا تاکہ دفاع کے ذریعے اس کی طرف سے اٹھائے گئے آئینی سوال کے تعین کے لیے کیس کو ہائی کورٹ سے

واپس لیا جائے، لیکن اس درخواست کو ہائی کورٹ کے بنچ نے 9 نومبر 1955 کو مسترد کر دیا، غالباً اس بنیاد پر کہ اس کیس میں آئین کی تشریح کے حوالے سے قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل نہیں تھا۔ ہائی کورٹ کے بنچ کے مذکورہ بالا منفی حکم سے پریشان نہ ہوتے ہوئے، درخواست گزار نے دوبارہ ہائی کورٹ کا رخ کیا اور آئین کے آرٹیکل 194 کی دفعات کے ذریعے کارروائی کو روکنے کے سوال سمیت کئی بنیادوں پر ایک قاعدہ حاصل کیا۔ اس موقع پر کیس سے نمٹنے والے واحد جج نے اس موقف کو محسوس کیا کہ آئینی سوال کو سختی سے بولنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن تعلیم یافتہ جج نے اپیل کنندہ کی طرف سے اٹھائے گئے نکات بشمول آئین کے آرٹیکل 194 کے تحت پیدا ہونے والے سوال پر بھی غور کیا۔ جج نے اس درخواست کو یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا کہ قانون ساز اسمبلی کے رکن کو ان سوالات کے حوالے سے کوئی مکمل استحقاق نہیں ہے جو اس نے پوچھے تھے، جن کی اجازت نہیں دی گئی تھی لیکن اس نے انہیں یکساں طور پر شائع کیا تھا۔ اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی کہ سوالات ایوان میں کبھی نہیں پوچھے گئے تھے اور اس لیے اسے ایوان کی کارروائی کا حصہ نہیں کہا جا سکتا۔ انہوں نے مزید کہا کہ اپیل کنندہ کے کہنے پر جریدے میں ہونے والی اشاعت کو کسی بھی طرح سے ایوان کے اختیار میں نہیں کہا جا سکتا۔ اپیل کنندہ نے آئین کے آرٹیکل 132 (1) کے تحت سرٹیفکیٹ کے لیے جج سے رجوع کیا، لیکن اس درخواست کو اس بنیاد پر بھی مسترد کر دیا گیا کہ اس معاملے میں آئین کی تشریح کے حوالے سے قانون کا کوئی ٹھوس سوال شامل نہیں ہے۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے اس عدالت کا رخ کیا اور استحقاق کے دعوے کو مسترد کرنے والے ہائی کورٹ کے فیصلے سے اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت حاصل کی۔ انہوں نے مجسٹریٹ کی عدالت میں مزید کارروائی پر روک بھی حاصل کر لی۔ اپیل کی سماعت میں تیزی لانے کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم یکم اکتوبر 1956 کو منظور کیا گیا تھا، لیکن مہم کے حکم کو برداشت نہ کرتے ہوئے، اس کیس کی سماعت صرف چار سال بعد ہوئی۔

اس عدالت میں، اپیل کنندہ کی جانب سے یہ دعوی کیا گیا ہے کہ درج ذیل جج نے آئین کے آرٹیکل 194 کی دفعات کی تشریح میں غلطی کی ہے اور ان دفعات کی مناسب تعمیر پر یہ فرض کیا جانا چاہیے تھا کہ (1) قانون ساز اسمبلی کے کسی رکن کی طرف سے پوچھے جانے والے سوالات، اگرچہ اسپیکر کی طرف سے اجازت نہیں دی گئی تھی، ایوان کی کارروائی کا حصہ تھے، اور اس طرح ان کی اشاعت تعزیرات ہند کی دفعات کو راغب نہیں کرے گی۔ (2) آرٹیکل 194 کی دفعات کو آزادانہ طور پر اسمبلی کے منتخب اراکین جیسے افراد کے حق میں سمجھا جانا چاہیے جو نہ صرف تقریریں کر کے اور اسمبلی میں سوالات پوچھ کر عوامی خدمت انجام دے رہے ہیں،

بلکہ انہیں عوامی پریس میں بھی شائع کرنا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں، یہ دعوی کیا گیا کہ ایک رکن کے حق میں ایک مکمل استحقاق ہے اور اس لیے، اس پر ان سوالات کو شائع کرنے کے لیے مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا جو اس نے رکھنا چاہا تھا، لیکن اسپیکر نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔

کیا آئین کے آرٹیکل 194 کی دفعات اپیل کنندہ کی جانب سے اٹھائے گئے مذکورہ بالا تنازعات کی حمایت کرتی ہیں؟ آرٹیکل 194 کی پہلی شق اس معاملے میں کسی تبصرہ کا مطالبہ نہیں کرتی کیونکہ کسی ریاست کی مقنّنہ میں اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا ہے۔ آرٹیکل کی شق (2) میں، سب سے پہلے، کسی ریاست کے مقنّنہ کے کسی رکن کے خلاف کسی بھی ایسی کارروائی، دیوانی یا فوجداری کے خلاف پابندی عائد کی گئی ہے جو اس کی طرف سے مقنّنہ یا اس کی کسی کمیٹی میں کہی گئی کسی بھی چیز یا ووٹ کے سلسلے میں ہو؛ اور دوسرا، کہ کوئی بھی شخص ایسی مقنّنہ کے ایوان کے اختیار کے تحت کسی رپورٹ، کاغذ، ووٹوں یا کارروائی کی اشاعت کے سلسلے میں دیوانی یا فوجداری کارروائی کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ یہ دعوی نہیں کیا گیا ہے کہ اس معاملے میں جس اشاعت کے خلاف شکایت کی گئی تھی وہ مغربی بنگال کی قانون ساز اسمبلی کے اختیار میں تھی۔ لہذا آرٹیکل 194 کی دوسری شق کے دوسرے حصے کو اپیل کنندہ کی دلیل کی مدد کے لیے دبایا نہیں جا سکتا۔ جہاں تک دوسری شق کے پہلے حصے کا تعلق ہے، کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اشاعت، جو اس معاملے میں استغاثہ کا موضوع ہے، قانون ساز اسمبلی کے کسی رکن کی طرف سے " کچھ بھی کہا گیا یا دیا گیا ووٹ " کے دائرہ کار میں آ سکتی ہے؟ جواب منفی ہونا چاہیے۔ اس لیے یہ واضح ہے کہ آرٹیکل 194 کی شق (2) اپیل کنندہ کے لیے یکساں طور پر کوئی مددگار نہیں ہے۔ قدرتی طور پر، اس لیے، آرٹیکل 194 کی شق (3) کی دفعات پر اس عدالت میں دلائل کے دوران انحصار رکھا گیا۔ کیا اسمبلی کے کسی رکن کی طرف سے غیر منظور شدہ سوال کی اشاعت ایوان کے اراکین کے اختیارات، مراعات اور استثناء کے تحت آتی ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات کا پتہ لگانے پر منحصر ہے کہ آئین کے آغاز پر برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنز کے اراکین کے اختیارات، مراعات اور استثنی کیا ہیں۔ اس عدالت نے ایم ایس ایم سکر ما بمقابلہ شری شری کرشنا سنہا کے معاملے میں تقریر کے ایک حصے کی اشاعت کے حوالے سے ان استثناء پر بڑی تفصیل سے غور کیا ہے جسے اسپیکر نے ایوان کی کارروائی سے خارج کرنے کی ہدایت کی تھی۔ اس عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ کارروائی کے اس حصے کی اشاعت ریاستی مقنّنہ کے ایوان کی کارروائی کی وفادار رپورٹ کی اشاعت سے منسلک استحقاق کے اندر نہیں ہے۔ اس کیس کا تعلق ملک کے تعزیراتی قانون سے نہیں تھا۔ اس معاملے میں عدالت کا تعلق کسی

ریاست کی مقنّنہ کے ایوان کے مراعات اور استثناء کے حوالے سے ایوان کی توہین کے لیے سزا دینے کے اسمبلی کے اختیارات کا تعین کرنے سے تھا۔ لہذا، یہ فیصلہ موجودہ تنازعہ کا تعین کرنے میں ہماری مدد نہیں کرتا ہے۔

اگر ہم ہاؤس آف کامنز کے حوالے سے انگلینڈ میں قانونی حیثیت کی طرف رجوع کرتے ہیں، تو یہ واضح ہے کہ ہاؤس آف کامنز کے رکن کی استثنیٰ پارلیمنٹ میں اس کی تقریروں کے حوالے سے ہے، لیکن اس کی توسیع پارلیمنٹ سے باہر بحث کی اشاعت تک نہیں ہے۔ اگر ہاؤس آف کامنز کا کوئی رکن ایوان میں کی گئی اپنی تقریر کو ایوان کی باقی کارروائیوں سے الگ شائع کرتا ہے، تو وہ ہتک عزت کا ذمہ دار ہوگا اگر اس کی تقریر میں کسی شخص کی بدنامی کے معاملات شامل ہیں۔ آر وی لارڈ ایبنگڈن کے مشہور معاملے میں، لارڈ کینین نے فیصلہ کیا تھا کہ ہاؤس آف لارڈز میں کی گئی تقریر کو اگر باقی بحث سے الگ شائع کیا جائے تو اسے مراعات حاصل نہیں ہیں۔ مئی کی پارلیمانی پریکٹس میں، لارڈ کیمپبن کے 16 ویں ایڈیشن میں، ایبنگڈن، اور کریوی، جرنل آف دی ہاؤس آف کامنز (1812-13) 704 کے دو معروف مقدمات کے حوالے سے درج ذیل بیانات سامنے آتے ہیں:-

"ایبنگڈن کا مقدمہ (ا)_ لارڈ ایبنگڈن کے خلاف توہین کے الزام میں ایک معلومات درج کی گئی تھی۔ انہوں نے ہاؤس آف لارڈز میں دی گئی تقریر میں اپنے وکیل پر نامناسب پیشہ ورانہ طرزِ عمل کا الزام لگایا تھا، جسے بعد میں انہوں نے اپنے خرچ پر کئی اخبارات میں شائع کیا۔ لارڈ ایبنگڈن نے کنگز بینچ کی عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کیا، اور دعوی کیا کہ انہیں پارلیمنٹ کے قانون کے مطابق جو کچھ ان کے پاس ہے اسے پرنٹ کرنے کا حق ہے۔ لیکن لارڈ کینین نے کہا کہ پارلیمنٹ کے رکن کو یقینی طور پر اپنی تقریر شائع کرنے کا حق ہے، لیکن اس تقریر کو کسی فرد کے خلاف بدزبانی کا ذریعہ نہیں بنایا جانا چاہیے۔ اگر ایسا تھا تو یہ توہین تھی۔ عدالت نے فیصلہ دیا کہ اس کے حاکم کو تین ماہ کے لیے قید کیا جائے، 100 ڈالر کا جرمانہ ادا کیا جائے، اور اس کے اچھے رویے کے لیے تحفظ حاصل کیا جائے۔

کریوی کا مقدمہ، 1813- ہاؤس آف کامنز کے ایک رکن، مسٹر کریوی نے ایوان میں ایک فرد کے خلاف الزام لگایا تھا، اور ان کی تقریر کی غلط اطلاعات کئی اخبارات میں شائع ہونے کے بعد، مسٹر کریوی نے ایک اخبار کے ایڈیٹر کو ایک درست رپورٹ بھیجی، اس درخواست کے ساتھ کہ وہ اسے شائع کریں۔ اس کے

خلاف دائر کی گئی معلومات پر، جیوری نے مدعا علیہ کو توہین کا مجرم پایا، اور کنگز بینچ نے نئے مقدمے کی سماعت کے لیے درخواست کو مسترد کر دیا (ریکس بمقابلہ کریوی میں لارڈ ایلنبرو کا فیصلہ دیکھیں۔ مسٹر کریوی، جن پر 100 پاؤنڈ کا جرمانہ عائد کیا گیا تھا، نے ہاؤس آف دی پروسیڈنگز آف دی کنگز بینچ میں شکایت کی؛ لیکن ہاؤس نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ استحقاق کی خلاف ورزی تھی۔"

ہاؤس آف کامنز کے مراعات اور استثناء کے حوالے سے انگلینڈ میں قانون کے حوالے سے یہ واضح ہے کہ ہاؤس آف کامنز میں کارروائی کے اقتباسات کی اشاعت سے منسلک کوئی مطلق استحقاق نہیں ہے۔ جہاں تک ہاؤس آف کامنز کے رکن کا تعلق ہے، اسے ایوان کی چار دیواری کے اندر جو کچھ کہا ہے اس کے حوالے سے مکمل استحقاق حاصل ہے، لیکن اس کے حق میں صرف ایک اہل استحقاق ہے یہاں تک کہ اس کے حوالے سے بھی جو اس نے خود ایوان میں کہا ہے، اگر وہ اسے عوامی پریس میں شائع کرنے کا سبب بنتا ہے۔ پارلیمنٹ کی کارروائی کی اشاعت کا معاملہ، جو ایوان کے اختیار میں نہیں ہے، اسی بنیاد پر کھڑا ہے جس پر عدالتوں میں کارروائی کی اشاعت ہوتی ہے۔ یہ بات چیف جسٹس کاک برن نے ویسن بمقابلہ والٹر کے معاملے میں واضح کی تھی۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ ایوان کی کارروائی میں ایک تقریر کی اشاعت بالکل مراعات یافتہ کیوں نہیں ہوگی، معروف چیف جسٹس نے مشاہدہ کیا:-

"یہ مشاہدہ کیا جانا چاہیے کہ عدالتوں کی کارروائی کی رپورٹوں اور پارلیمنٹ میں کارروائی کی رپورٹوں کے درمیان مشابہت مکمل ہونے کی وجہ سے، افراد کے ساتھ ناانصاف کو روکنے کے لیے ایک پر رکھی گئی تمام حدود لازمی طور پر دوسرے پر منسلک ہوں گی؛ ایک خراب یا جزوی رپورٹ، یا کارروائی کے الگ الگ حصوں کی، جو افراد کو زخمی کرنے کے ارادے سے شائع کی گئی ہو، یکساں طور پر تحفظ سے محروم ہو جائے گی۔

جب تک پارلیمنٹ اپنے قانون کے ذریعے قانونی حیثیت کو واضح نہیں کرتی، ریاستی مقنّنہ یا پارلیمنٹ یا اس کے اراکین کے ایوان کے مراعات، اختیارات اور استثنیٰ وہی ہیں جو ہاؤس آف کامنز کے ہیں، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ موجودہ معاملے میں اپیل کنندہ نے اس معاملے میں شکایت کنندہ، پہلے مدعا علیہ کے طرزِ عمل سے متعلق کچھ سوالات کرنے کی کوشش کی۔ اسمبلی کے طریقہ کار کے قواعد کے اصول 27 کے مطابق، کچھ شرائط کو پورا کرنا پڑتا ہے تاکہ کوئی سوال قابل قبول ہو۔ اصول کے دیگر تقاضوں میں سے ایک

شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی الزام نہیں ہونا چاہیے یا ذاتی نوعیت کا الزام نہیں ہونا چاہیے۔ ان قواعد کا قاعدہ 29 اسپیکر کو قواعد کی دفعات کے حوالے سے کسی سوال کی قبولیت کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار دیتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اسپیکر " کسی بھی سوال کی اجازت نہیں دے گا جب، اس کی رائے میں، یہ سوال کرنے کے حق کا غلط استعمال ہے، یا ان دفعات کی خلاف ورزی ہے۔ "اس نتیجے کے پیش نظر کہ ہم پہلے ہی اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ پوری کارروائی کی نہیں بلکہ ان سے نکات کی اشاعت کے سلسلے میں قانون ساز کے رکن کے حق میں بھی کوئی مطلق استحقاق نہیں ہے، ہمارے لیے اس سوال کا فیصلہ کرنا ضروری نہیں ہے کہ آیا غیر منظور شدہ سوالات کو ایوان مقنّنہ کی کارروائی کا حصہ کہا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہم اس معاملے میں ہتک عزت کے مجرمانہ مقدمے سے متعلق ہیں۔ ہتک عزت کے قانون کو تعزیرات ہند کی دفعہ 499 اور 500 میں نمٹا گیا ہے۔ دفعہ 499 میں کئی مستثنیات ہیں۔ وہ مخصوص مستثنیات وہ بیان کرتی ہیں جو ہتک عزت نہیں ہے۔ چوتھی رعایت میں کہا گیا ہے کہ عدالت انصاف کی کارروائی کی کافی حد تک درست رپورٹ شائع کرنا ہتک عزت نہیں ہے، لیکن ایوان مقنّنہ یا پارلیمنٹ کی کارروائی کے سلسلے میں ایسی کوئی رعایت نہیں دیتا ہے۔ فطری طور پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ویسن کے مقدمے کے اصول کا اطلاق ہندوستان میں فوجداری مقدمات پر کس حد تک کیا جا سکتا ہے، لیکن چونکہ تنازعہ کے اس پہلو کی بار میں تشہیر نہیں کی گئی تھی، اس لیے ہمیں اس کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کیس کے فیصلے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے۔

قانونی موقف غیر متنازعہ ہے کہ جب تک اپیل کنندہ اس اشاعت کے سلسلے میں، جو اس معاملے میں الزام کا موضوع ہے، اپنے حق میں مطلق استحقاق نہیں بنا سکتا، اس کے خلاف استغاثہ کو کالعدم نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ہم نے مؤقف اختیار کیا ہے کہ اسے ایسا کوئی مطلق استحقاق حاصل نہیں ہے، ہائی کورٹ کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے، اسے اپنا مقدمہ چلانا چاہیے اور اپنا دفاع کرنا چاہیے، جیسا کہ اسے ہو سکتا ہے۔ چونکہ پرواور کون کے شواہد کو مکمل طور پر ریکارڈ نہیں کیا گیا ہے، اس لیے بار میں دلائل کو فطری طور پر دعوی کردہ مطلق استحقاق کے خالص قانونی سوال تک محدود رکھنا پڑا۔ اس بات کو شاید ہی شامل کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم اس تنازعہ کی خوبیوں پر کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے ہیں جس پر اب وہ مجسٹریٹ غور کرے گا جس کے سامنے یہ مقدمہ ان تمام سالوں سے زیر التوا ہے۔

اوپر دی گئی وجوہات کی بنا پر یہ ماننا ضروری ہے کہ اس اپیل میں کوئی میرٹ نہیں ہے۔اس کے مطابق اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ زیر التواء استغاثہ، جو اتنے عرصے سے زیر التوا ہے، توقع کی جاتی ہے کہ اب بغیر کسی تاخیر کے آگے بڑھایا جائے گا۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Sheikh Javiad Alam
2024.04.02 12:22
I attest to the accuracy and
integrity of this document